مسئلہ کشمیر کی تاریخی اہمیت اور اس کا حل

تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

11 ستمبر 2001ء کے حادثے کے پانچ دن بعد 16 ستمبر کو صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے ایوان صدر میں علماو مشائخ کا ایک اجلاس طلب کیا اور اُس میں مجھے بھی شرکت کی دعوت ملی، حالانکہ میں نہ تو سکہ بند علماء میں سے ہوں اور نہ مشائخ میں سے۔ دراصل صدر صاحب نے اس اجلاس کے شرکاء کو اپنی ''یوٹرن پالیسی'' پر اپنا ہم خیال بنانے کے لیے بلایا تھا۔ اجلاس میں جنرل پرویز مشرف نے اپنی تقریر میں امریکہ کا آلہ کار بننے کی تین مصلحتیں بیان کیں تھیں کہ ''ہمارا ایٹمی اثاثہ محفوظ رہے گا'' امریکہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوگا اور مسئلہ کشمیر حل ہو جائے گا۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ وہ تمام مصلحتیں ایک، ایک کر کے دامن چھڑاتی جا رہی ہیں۔ مسئلہ کشمیر کو لیجئے۔ ماضی میں بھارت کے مقابلے میں ہمیشہ پاکستان کا یہ موقف رہا ہے کہ پہلے کشمیر پر بات ہوگی پھر کسی اور مسئلے پر! اور اب بات اس سطح پر آ گئی ہے کہ ہمیں کہنا پڑ رہا ہے کہ کشمیر پاکستان کا اٹوٹ انگ نہیں۔ آج ہم نے اس مسئلے میں بھارت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ جس جہاد کو ہم چودہ سال سے سپانسر کر رہے تھے اور اسے جہاد فی سبیل اللہ قرار دے رہے تھے اس سے بھی ہم نے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس کا ردعمل کشمیروں میں یہ ہوا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان نے ہم سے دھوکہ کیا ہے۔ راقم جہاد کے نام پر کشمیر میں خفیہ مداخلت کا ہمیشہ مخالف رہا۔ کشمیر کے جہاد حریت میں اگرچہ پاکستان سے بھی بہت سوں نے وہاں جا کر جانیں دیں ہیں، لیکن مصائب کے اصل پہاڑ تو کشمیریوں پر ٹوٹتے رہے ہیں۔ عصمت دریاں تو کشمیری عورتوں اور بیٹیوں کی ہوتی ہیں۔ انھیں کے گھروں کو مسمار کیا گیا ہے۔ ان کی آبادیاں تھوک کے حساب سے جلا دیں گئیں اور انھی کی دکانیں ختم ہوئیں۔ لہٰذا اب وہ کہتے ہیں کہ پاکستان نے ہم سے بے وفائی کی۔ مسئلہ کشمیر اصلاً ہے کیا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ پہلے ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ آزادی کے بعد پاکستان اور بھارت کے مابین مسلسل دشمنی کی فضا اور ایک ایسی سرد جنگ کی کیفیت ہے جس نے متعدد مرتبہ تو بالفعل آگ اور خون کی گرم بازاری کی سی صورت اختیار کی اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے مواقع آئے کہ دونوں ملک سورہ آل عمران کی آیت 103 کے ان الفاظ کے مطابق کہ ترجمہ: ''تم تو آگ کے گڑھے کے بالکل کنارے پر پہنچ چکے تھے۔'' باضابطہ جنگ کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ رحمت خداوندی نے اسی آیت کے اگلے الفاظ کہ ''یعنی تو اللہ نے تمھیں اس سے نجات دے دی!'' کی شان کے ساتھ بچا لیا۔ پاک بھارت سرد جنگ اور مسلسل دشمنی کی فضا کا واحد سبب مسئلہ کشمیر ہے۔ جو انگریزوں کی عیاری، بدنیتی، خیانت اور بے ایمانی کا عظیم ترین شاہکار ہے۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انگریزوں کو مسلمانان کشمیر کے ساتھ کیا ازلی بغض اور خدائی بیر تھا کہ ماضی میں انھوں نے پوری کشمیری قوم کو ع ''قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند'' کے مطابق چند لاکھ ٹکوں کے عوض ہندو ڈوگروں کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور پھر عین تقسیم ہند کے وقت اوّلاً ایک انگریز یعنی ریڈکلف نے اپنے بدنام زمانہ ''ایوارڈ'' کے ذریعے ریاست جموں وکشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کی راہ ہموار کر دی جو نہ صرف یہ کہ تاریخی وجغرافیائی اور مذہبی اور ثقافتی جملہ اعتبارات سے پاکستان کا جزو لاینفک اور خاص طور آبی وسائل کے نقطہ نظر سے پاکستان کی شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے، اور جو اس بنیادی اصول کے مطابق جو تقسیم ہند کے لیے طے ہوا تھا، یعنی یہ کہ مسلم اکثریت والے تمام ''ملحق علاقے'' پاکستان میں شامل ہوں گے۔ اس اعتبار سے ریاست کشمیر پاکستان کا حصہ بنتی تھی اور ہے اور بعد میں جب ریاست کے مسلمانوں نے بغاوت کی اور اس صریح ناانصافی اور بدیانتی کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور پاکستان کے عوام اور بالخصوص قبائلی پٹھانوں نے ان کی مدد کی اور اس مسئلے کے آخری حل کے لیے پاکستان کی فوج کی بس ذرا سی امداد کی کسر رہ گئی تھی، تو ایک دوسرے انگریز یعنی افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے بانی پاکستان اور گورنر جنرل قائداعظم کی خواہش بلکہ حکم کے علی الرغم آڑے آ کر اُس حق تلفی کے فوری ازالے کا راستہ مسدود کر دیا۔ چنانچہ معاملہ یو این او کے سپرد ہوا اور 59 برس سے اُس کی فائلوں میں دفن پڑا ہے۔ وہ دن اور آج کا دن بھارت اور پاکستان کی حکومتیں اور عوام اپنے سابقہ غیر ملکی حکمرانوں کے گھناؤنے کردار کا مزہ چکھ رہے ہیں، چنانچہ اس عرصہ کے دوران بھارت اور پاکستان کے مابین خونریز جنگیں بھی ہو چکیں ہیں۔ جن میں ہزاروں انسان ہلاک اور معذور ہوئے، لاتعداد خواتین بیوہ اور بچے یتیم ہوئے اور ارب ہا ارب روپے کا مالی نقصان

دونوں ملکوں کا مقدر بنا۔ مزید برآں عوام کے خون اور پسینے کی کمائی کا بڑا حصہ بجائے عوامی بہبود اور تعلیم و ترقی کے مسلسل بڑی بڑی فوجوں کو ''کھڑی'' رکھنے اور مہلک اسلحہ کی خرید میں صرف ہوتا ہے۔ اس باہمی چپقلش سے وقت کی دونوں سپر پاور نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ اگر پاکستان نے اپنے بچاؤ کے لیے امریکہ کی ''پناہ'' حاصل کی تو بھارت نے سوویت یونین کا ہاتھ تھاما اور اس طرح پاکستان اور بھارت دونوں سپر پاورز کی سرد جنگ میں بھی ملوث ہو گئے اور طرفہ تماشا یہ رہا کہ سرد جنگ کے اصل فریقوں یعنی روس اور امریکہ کے مابین تو یہ جنگ ہمیشہ ''سرد'' رہی جبکہ پاکستان اور بھارت کے مابین اس کی بھٹی بار بار دہکتی رہی۔ یہ تو مختصراً اس مسئلہ کی نوعیت اور تاریخ ہے۔ ہندو مسلم منافرت اور پاک بھارت مخاصمت کے قدیم اور تاریخی اسباب کو بالکل ختم کر دینا تو بظاہر اب ممکن نہیں۔ مگر اس سب کے باوجود پاک بھارت مفاہمت کی کسی بھی کوشش میں اوّلیت اور اہمیت موجودہ مسائل ہی کو دینی ہوگی جن میں سرفہرست مسئلہ کشمیر ہے۔ ہندو مسلم منافرت کے ضمن میں بعض حقائق ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کی تاریخ کے حوالے سے ان دونوں قوموں کے مابین تلخی کا زہر گھولنے کا سب سے موثر کام بھی بعض انگریز ''محققین'' اور مؤرخین نے سرانجام دیا ہے۔ جس کی سب سے نمایاں مثال ایودھیا کی بابری مسجد کا معاملہ ہے، اس لیے کہ اس کے بارے میں یہ تحقیق کہ مسجد رام جنم استھان پر بنی ہوئی ہے ایک انگریز ہی کی جانب منسوب ہے اور پھر ایک دوسرے انگریز یعنی سول جج نے بجائے مسئلے کو حل کرنے کے مسجد پر تالا ڈال کر اور مقدمے کو طول دے کر پورے معاملے کو ایک ٹائم بم بنا کر رکھ دیا جو لگ بھگ سو برس بعد شدید ترین دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور ہندو مسلم کشیدگی میں ایک نئے باب کے اضافے کا موجب بنا۔ ان جملہ حقائق کے علی الرغم یہ بات اپنی جگہ کوہ ہمالیہ کی مانند اٹل ہے کہ مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل کے بغیر پاک بھارت تعلقات میں مستقل اور پائیدار بہتری کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن اصل غور طلب بات یہ ہے کہ خود مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے ہمارے پاس کون کون سے آپشن موجود ہیں اور وہ کس حد تک قابل عمل بھی ہیں اور متوقع طور پر نتیجہ خیز بھی؟ سب سے پہلے جنگ کو لیجیے جس کی ماضی میں بار بار دہائی دی جاتی رہی ہے اور اب بھی بعض حلقے اسی کو مسئلے کا حل سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ فی الواقع اور خصوصاً بحالات موجودہ کوئی قابل عمل حل ہے؟ مسلمانانِ کشمیر پر بھارت کی ننگی جارحیت اور بے پناہ ظلم و بربریت کے خلاف پاکستان کی جانب سے کھلم کھلا اعلان جنگ صرف اُس صورت میں ہو سکتا تھا کہ ہمیں اپنے موقف کے مبنی برحق و انصاف ہونے کے ساتھ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 160 کے ان الفاظ مبارکہ کے مطابق کہ ترجمہ: یعنی ''اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا'' اللہ کی نصرت و تائید کا یقین بھی حاصل ہوتا جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سودی معیشت کے نظام کو جاری رکھنے کے باعث خود ہی اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ برسرِ جنگ ہیں۔ حدود بل کے نام پر فروغ فحاشی اور فروغ زنا کا قانون ہم بنا چکے ہیں۔ رہی سہی دینی اقدار کا جنازہ نکالنے کے لیے کوشاں ہیں تو اللہ کی نصرت و حمایت کی امید کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ بنابریں لے دے کے ہمارا معاملہ مادی و اسباب و وسائل کی کمیت اور کیفیت کا رہ جاتا ہے، جس کا تقابلی جائزہ اور موازنہ آئے روز اخبارات میں چھپتا رہتا ہے۔ رہا مسلمانانِ کشمیر کا سرفروشانہ اور بے مثال جہاد حریت تو اُس کے ضمن میں بھی حکومت پاکستان نے اخلاقی اور سفارتی اور بعض نجی اداروں کی مدد بند کر کے اسے بھی اس کے انجام تک پہنچا دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس معاملے میں بھی بہت سے حلقوں نے بالخصوص مذہبی گروہوں نے عوام کو بڑے بڑے مغالطے دیئے تھے۔ چنانچہ اوّلاً جہاد افغانستان کا حوالہ دیا جاتا ہے، حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس معاملے میں ایک سپر پاور کی کھلم کھلا، اعلانیہ اور فیصلہ کن مالی اور جنگی مدد حاصل تھی۔ لہٰذا کشمیر کے معاملے میں افغانستان کا حوالہ دینا درست حیثیت نہیں رکھتا۔ مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے دوسرا آپشن یا متبادل راستہ یہ کہ UNO کے ذریعے اور اس کی 59 سالہ پرانی قراردادوں کے مطابق کشمیر پر استصواب رائے کرانے کی کوشش کی جائے۔ یہ راستہ نظری اعتبار سے تو سب سے سیدھا اور اس قضیے کے حل کے لیے بظاہر بالکل ''صراط مستقیم'' اور ''سواء السبیل'' کے مصداق نظر آتا ہے لیکن امریکہ کی مسئلہ کشمیر میں گہری دلچسپی کے بعد یہ آپشن ہمارے لیے مہلک اور خطرناک بن گیا ہے۔ امریکہ اس وقت روئے ارضی کی واحد سپر پاور کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور وہ اپنی حیثیت کو پوری طرح بروئے کار لانے کے لیے ''نیو ورلڈ آرڈر'' یا سیکولرزم کو لانے کے لیے کوشاں ہے، جس کے لیے یو این او اس کے خانہ ساز بلکہ ''خانہ زاد'' ادارے کی حیثیت سے آلہ کار کا کام کر دیا ہے اور اب اس کو اس خطے میں چین، شمالی کوریا، پاکستان، ایران، افغانستان اور روسی ترکمانستان کا مسلم ریاستوں کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک ''پولیس مین'' کا کردار ادا کرنے کے لیے ایک دوسرے ''اسرائیل'' کی شدید ضرورت ہے، اس تناظر میں اندھے کو بھی نظر آ سکتا ہے کہ۔

الٰہی خیر میرے آشیاں کی
زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی

کے مصداق چچا سام کی نظریں کشمیر پر مرکوز ہو گئی ہیں کہ اسے بھارت اور پاکستان دونوں سے ''واگذار'' کرائے یا تو ایسی ''آزادی'' عطا کر دی جائے جو۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے!

کے مصداق کامل ہو۔ یا اسے یواین او کی زلفوں کا اسیر بنا دیا جائے۔ اور اس طرح مشرقی ایشیا کے عین قلب میں ایک دوسرا ''اسرائیل'' قائم کر دیا جائے۔ لہٰذا اسی سلسلے میں بعض اوقات ''خودمختار کشمیر'' کو بھی ایک آپشن کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں عافیت اسی میں ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے، اس دوسرے اور بظاہر سیدھے آپشن کا خیال ذہن سے نکال دیا جائے۔ ورنہ استصواب رائے کے لیے بھارت اور پاکستان دونوں کی افواج کے کشمیروں سے انخلاء کے بعد ظاہر ہے کہ کشمیر کلی طور پر یواین او کے رحم وکرم پر ہوگا جس کے پردے میں امریکہ اس بندر کا روایتی کردار بآسانی ادا کر سکے گا جس نے دو بلیوں کے مابین روٹی کی ''منصفانہ تقسیم'' کے بہانے پوری روٹی خود ہضم کر لی تھی جبکہ دونوں بلیاں منہ دیکھتی رہ گئی تھیں۔ مسئلہ کشمیر کے لیے ہمیں پاک بھارت جنگ یا یواین او کی ثالثی کی بجائے پاکستان اور بھارت براہ راست مذاکرات کے ذریعے مفاہمت کا تھرڈ آپشن اختیار کرنا ہوگا۔ البتہ اس کے ضمن میں ایران اور چین کی خیر سگالی کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے اور اسے 1947ء کی تقسیم ہند کا نامکمل ایجنڈا قرار دیتے ہوئے اور پنجاب اور بنگال کی تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح حل کیا جائے کہ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کو پاکستان میں ضم کر لیا جائے اور صوبوں کی حیثیت دے دی جائے۔ اسی طرح جموں اور لداخ کے غیر مسلم اکثریت علاقوں کو بھارت اپنی ریاستیں بنا لے اور وادی کی حد تک بھارت اور پاکستان اپنے ہی اہتمام میں ریفرنڈم کرالیں اور صرف وادی کی حد تک بھارت یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کے ساتھ ساتھ آزادی کا تھرڈ آپشن بھی دے دیا جائے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کو داخلی خودمختاری تو پوری حاصل ہوگی لیکن خارجہ پالیسی اور دفاع کے معاملات پر بھارت اور پاکستان کی مشترکہ نگرانی ہوگی۔ اس طرح ہم اس علاقے کو کسی بیرونی طاقت کا اڈا بننے سے اور ہارٹ آف ایشیا میں کسی نئے ''اسرائیل'' کے بننے کا راستہ روک سکتے ہیں۔ اس طرح کی ایک مثال سپین اور فرانس کے درمیان سلسلہ کوہ پائرینیز کے دامن میں ایک چھوٹا سا ملک ''اینڈورا''(ANDORRA) ہے۔ جہاں صدہا برس سے فرانس اور سپین کے نمائندگان کی مشترکہ نگرانی میں آزاد اور خودمختار حکومت قائم ہے۔